۱۹

جب غرقِ بحرِ خوں ہوئی کشتی نجات کی ۱ ڈوبی لہو میں شکلِ شۂ خوش صفات کی
چلائے خضرؑ اٹھ گئی لذت حیات کی گویا نبیؐ نے آج جہاں سے وفات کی
زہراؑ نہیں نبیؐ و علیؑ و حسنؑ نہیں
پھر کیا رہا جہان میں جب پنجتن نہیں

جاری تھا جس سے فیض، وہ گھر ہو گیا تباہ ۲ شبیرؑ سا نہ ہوئے گا، اُمت کا خیر خواہ
جیواں کو ذبح کرتے ہیں، پانی پلا کے آہ مارا ستم کی فوج نے، پیاسے کو بے گناہ
ایذا ہے بعد ذبح تن پاش پاش کو
تربت میں گاڑتے نہیں سید کی لاش کو

تیغِ ستم سے کٹ گیا زہراؑ کا باغ سب ۳ پھولے پھلے چمن پہ خزاں آئی ہے غضب
افسوس باغیوں نے کیا ظلم بے سبب پانی سے تر ہوئے، نہ کسی گُل بدن کے لب
ایک ایک سرو قد کا، گلا رن میں کٹ گیا
سب فاطمہؑ کا باغ اسی بن میں چھٹ گیا

دُنیا ہوئی تباہ، غضب آج ہو گیا ۴ بے سر تمام خلق کا سرتاج ہو گیا
گھر فاطمہؑ کا ظلم سے، تاراج ہو گیا کنبہ رسولِ پاک کا، محتاج ہو گیا
کیا کیا گلِ ریاضِ محمدؐ خزاں ہوئے
تھی جن سے روشنی، وہ ستارے نہاں ہوئے

بے سر جو تھا زمیں پہ، ید اللہ کا خلف ۵ برپا تھا شور ہائے حُسینا کا ہر طرف
تھی کربلا میں، خاک بسر قدسیوں کی صف ہلتا تھا کعبہ، کانپتا تھا یثرب و نجف
زہراؑ برہنہ سر تھیں، علیؑ اشکبار تھے
خوابیدگانِ کنجِ لحد بے قرار تھے

۶ پریاں پکارتی تھیں یہ کھولے سروں کے بال — پیٹو ہوا ہے فخرِ سلیماں کا انتقال
فریاد ہے شہید ہُوا شاہِ خوش خصال — ہے ہے پسر بتول کا، ہے ہے علیؑ کا لال
ماتم کرو کہ سیّدِ ذی جاہ مر گئے
اہلِ حرم تباہ ہوئے شاہ مر گئے

۷ اہلِ حرم میں ہائے حسینا کی تھی پکار — مائیں جو پیٹتی تھیں تو بچے تھے بے قرار
چلاتی تھی یہ زینبؑ مغموم بار بار — بھیّا تمہارے لاشۂ بے سر کے میں نثار
کیوں کر ردا اُڑھاؤں تنِ چاک چاک پر
مسندِ نبیؐ کی چھوڑ کے سوتے ہو خاک پر

۸ اک دن وہ تھا کہ سینۂ زہراؑ تھا خواب گاہ — اک دن یہ ہے کہ لاش پہ سایہ نہیں ہے آہ
جس لب کے بوسے لیتے تھے پیغمبرِ الٰہ — زخمی وہ تیر سے ہوئے بے جرم و بے گناہ
کیوں کر بہن کے دل میں نہ غم کا وفور ہو
جب جسمِ پاک آپ کا، تیغوں سے چور ہو

۹ یہ شور تھا کہ آئے ستمگر سوئے خیام — چلّایا شمر پھونک دو ہاں خیمۂ امام
فضّہ نے دی صدا کہ ادب کا ہے یہ مقام — یاں بیٹیاں علیؑ کی ہیں اے ساکنانِ شام
جل جاؤ گے جو اہلِ حرم پر نگاہ کی
ڈیوڑھی یہ ہے امامِ فلک بارگاہ کی

۱۰ اے ناریو! یہ حیدرِ صفدر کا ہے مکاں — اس کا ادب کرو یہ پیمبرؐ کا ہے مکاں
پیچھے ہٹو نبیؐ کی یہ دُختر کا ہے مکاں — حق سے ڈرو، یہ شافعِ محشر کا ہے مکاں
یاں اذن جبرئیل کو جب تک ملا نہیں
پاسِ ادب سے وہ کبھی آگے بڑھا نہیں

۱۱ رہتے تھے اس میں سیّد و سردارِ انس و جاں — کعبے سے کم نہیں ہے بزرگی میں یہ مکاں
یاں کی زمیں سے پست ہے رتبے میں آسماں — اس کا ہر ایک در ہے درِ خلد بے گماں
رفعت میں اوجِ عرشِ بریں سے دو چند ہے
کرسی سے، اس مکان کا رتبہ بلند ہے

۱۲ ظاہر ہے سب پہ حضرتِ خیر النساء کا حال — فاقے پہ فاقے کر کے سدھاریں وہ خوش خصال
ہیں اُن کی بیٹیاں بھی غریب و شکستہ حال — اُس گھر کو لُوٹتے ہیں، جہاں ہو متاع و مال
سیدانیوں کے فقر سے، آگاہ کیا نہیں
ثابت کسی کے سر پہ گزی کی ردا نہیں

۱۳ فضہ سے تب یہ کہنے لگا شمرِ بے حیا — ہے ہم کو بغض مال اگر کچھ نہ نکلے گا
تو یہ خیام آگ سے دیویں گے ہم جلا — اور سر سے چھین لیں گے ہر اک رانڈ کی ردا
دانستہ اہلِ بیتِ نبیؐ کو ستائیں گے
مسندِ محمدِ عربی کی جلائیں گے

۱۴ اُن کو تو قتل کر چکے تھا جن کا ہم کو ڈر — لوٹیں گے اہلِ بیتِ محمدؐ کا مال و زر
اکبرؑ نہ اب ہیں اور نہ سلطانِ بحر و بر — عباسؑ بھی نہیں جو بچائیں گے آن کر
کانوں سے ننھے بچوں کے گوہر اُتاریں گے
کبرا جو پہنے ہوگی وہ زیور اُتاریں گے

۱۵ فضّہ سے جب یہ شمرِ لعیں نے کیا کلام — در آئے فاطمہ کے گھر میں اہلِ شام
جس وقت صحن میں نظر آیا ہجومِ عام — سر پیٹنے لگے حرمِ سیّدِ انام
لٹتا تھا گھر جو بادشۂ مشرقین کا
غل تھا نبیؐ کی آل میں ہے ہے حسینؑ کا

۱۶ مسند لٹی، جو شاہِ فلک بارگاہ کی — ہاتھوں سے دل کو تھام کے، زینبؑ نے آہ کی
غل تھا کہاں چھپیں نہیں جاگہ پناہ کی — فریاد ہے دُہائی ہے شیرِ اللہ کی
آقا تمہارے اہلِ حرم لُوٹے جاتے ہیں
یا شیرِ حق بچاؤ کہ ہم لُوٹے جاتے ہیں

۱۷ شکلیں مہیب دیکھ کے بچے تھے بے قرار — کرتوں سے منہ چھپاتے تھے روتے تھے زار زار
چلاتی تھی یہ بانوئے مغموم بار بار — اکبر بچاؤ ہوتے ہیں بے پردہ پردہ دار
نامحرموں کو قہرِ الٰہی کا ڈر نہیں
ماں بہنیں لُوٹی جاتی ہیں تم کو خبر نہیں

کہتی تھی سہم کر یہ سکینہؑ جگر فگار ۱۸ مجھ کو کہیں چھپاؤ پھوپھی تم پہ میں نثار
غافل ہیں ہم نے دیکھ لیا بس سبھوں کا پیار اکبرؑ ہیں یاں، نہ حضرت عباسؑ نامدار

نامحرم آ کے خیمۂ عصمت میں بھر گئے
پوچھو کسی سے تم مرے بابا کدھر گئے؟

کیا ہوگیا جو خیمے میں آتے نہیں پدر ۱۹ کچھ ہیں خفا جو شکل دکھاتے نہیں پدر
تشریف ایسے وقت میں لاتے نہیں پدر لُٹتے ہیں اہلِ بیت، بچاتے نہیں پدر

ہے ہے میں کیا کروں، یہ مہم کون سر کرے؟
کوئی خدا کے واسطے ان کو خبر کرے

زینبؑ نے اُس یتیم سے سر پیٹ کر کہا ۲۰ کس کو پکارتی ہو سکینہؑ پھوپھی فدا
ہوتے اگر حسینؑ تو آ سکتے اشقیا ہے ہے ہوئے شہید، شہنشاہِ کربلا

خالی ہوا زمانہ ترے بابا جان سے
پڑھ کر نمازِ عصر، سدھارے جہان سے

زینب ابھی سکینہؑ سے کرتی تھی یہ کلام ۲۱ لینے لگے ردائیں سروں پر سے اہلِ شام
ویرانہ تھا جو گھر میں کبھی یہ ہجوم عام حق کی دہائی دینے لگیں بیبیاں تمام

منت سُنی کسی کی، نہ خوفِ خدا کیا
زہراؑ کی بہوؤں بیٹیوں کو بے ردا کیا

پھر وہ جفا شعار، صغیروں کے پاس آئے ۲۲ سہمے ہوئے وہ روتے تھے کرتوں سے منہ چھپائے
کانوں سے بُندے کھینچ لیے اُن کے ہائے ہائے روئے جو وہ یتیم، تو نیزے اُنہیں دکھائے

فریاد کی صغیروں نے، منہ ڈھانپ ڈھانپ کے
گر گر پڑے زمین پہ سب کانپ کانپ کے

آیا قریں سکینہؑ کے، پھر شمر خیرہ سر ۲۳ اور بدگہر نے کھینچ لیا کان سے گہر
کرتا بدن کا ہوگیا سارا لہو میں تر تڑپی وہ مثلِ ماہیِ بے آب خاک پر

چلائی وہ یتیم کہ راحت کے دن گئے
فریاد ہے حسینؑ، گہر میرے چھن گئے

آئی صدا، یہ شاہ کے لاشے سے اس گھڑی ۲۴ صدقے میں تیرے صبر کے اے میری لاڈلی
شاکی ہیں ان سے فاطمہؑ و حیدرؑ و نبیؐ تجھ پر ستم کیا نہیں، ایذا یہ مجھ کو دی

تجھ کو نہیں لعیں نے طمانچے لگائے ہیں
بیٹی یہ سب حسینؑ نے صدمے اٹھائے ہیں

اتنے میں ناریوں نے دیا، اور تازہ غم ۲۵ حضرت کے گھر میں آگ لگا دی، بصد ستم
جلنے لگا جو خیمۂ شاہنشہِ اُمم بچوں کو لے کے گود میں، رونے لگے حرم

استادہ صحن میں ہوئے خیمے سے بھاگ کے
رخسار تمتما گئے شعلوں سے آگ کے

جب جل چکے خیامِ شہِ آسماں وقار ۲۶ اونٹوں پہ اہلِ بیتِ نبیؐ کو کیا سوار
عابدؑ کے دستِ پاک میں، اونٹوں کی دی مہار گر پڑتے ہر قدم پہ، یہ تھا بیڑیوں کا بار

گورا گلا، وہ حلقۂ طوق و رسن میں تھا
مہتابِ آسمانِ شرافت گہن میں تھا

جب عصر تک سپاہِ خدا، رن میں لڑ چکی ۲۷ یعنی بتولؑ پاک کی کھیتی، اُجڑ چکی
مطلع دوم
آرامِ اہلِ بیت کی صورت، بگڑ چکی پردیس میں حسینؑ سے زینبؑ بچھڑ چکی

کنبہ نبیؐ کا موردِ بیداد ہوگیا
گھر فاطمہؑ کا ظلم سے برباد ہوگیا

لکھتا ہے اس طرح سے ابو مخنفِ سعید ۲۸ جس وقت لٹ چکے حرمِ سرورِ شہید
وہ دن تھا ابنِ سعد کے نزدیک روزِ عید سب کے سروں کو سامنے منگوا کے وہ پلید

بولا سبھوں کو فتح دکھانا ضرور ہے
نیزوں پہ ان سروں کو چڑھانا ضرور ہے

بیٹھا منگا کے کرسیِ زریں وہ بدگہر ۲۹ لشکر کے سرکشوں کو لگا بانٹنے وہ سر
قاسمؑ کا سر کسی کو دیا، اس نے خوں میں تر بخشا کسی کو پھر سرِ عباسؑ نامور

اک بدنہاد کو علیؑ اکبر کا سر دیا
اور اک لعیں کے ہاتھ میں اصغر کا سر دیا

۳۰ جب دشمنوں نے نیزوں کی نوکوں پہ سر چڑھائے — تھا شور اہلِ بیتِ نبیؐ میں کہ ہائے ہائے
بانوؑ پکارتی تھی کہ ماں تیرے صدقے جائے — اصغرؑ نہ دو برس بھی مرا دودھ پینے پائے

امّاں کا گھر بھرا ہُوا ویران کر گئے
واری ہماری گود کو سنسان کر گئے

۳۱ جب سب کے سروں سوئے کوفہ وہ کر چکا — اُس وقت دستِ نحس میں، سرِ شاہ کا لیا
خولی اصبحی کو لعیں نے طلب کیا — سر اس کو دے کے سبطِؑ پیمبر کا یہ کہا

تھی آرزو کہ قتلِ امامِ زمانہ ہو
سر لے کے شہ کا کوفے میں جلدی روانہ ہو

۳۲ خولی کو اس لعیں نے جو سونپا سرِ حسینؑ — خیمے میں اپنے لے گیا، وہ پہنچا سرِ حسینؑ
رومال میں لعیں نے جو باندھا سرِ حسینؑ — بسمل سا تن کے واسطے تڑپا سرِ حسینؑ

زہراؑ کا، نے علیؑ و نبیؐ کا، ادب کیا
کوچ اس نے لے کے شاہ کا سر وقتِ شب کیا

۳۳ جس وقت بابِ شہر پہ پہونچا وہ بدگہر — جس جا سے آتے جاتے تھے سب بند تھے وہ دَر
جب تھک گیا پکار کے سب کو وہ خیرہ سر — ناچار ہو کے واں سے چلا تب وہ اپنے گھر

پوشیدہ دستِ نحس میں تصویرِ شاہ لی
ڈر سے ٹھہر سکا نہ کہیں، گھر کی راہ لی

۳۴ اک فرسخ اس لعیں کا مکاں واں سے دُور تھا — اس بے حیا کی بیبیاں، دو تھیں، جُدا، جُدا
اک بی بی خضریہ تھی، خوش خو و پارسا — وہ زن بنی اسد سے تھی، جو گھر تھا دوسرا

شیعہ تھیں، دوستدارِ جنابِ بتولؑ تھیں
وہ دونوں دل سے عاشقِ سبطِ رسولؐ تھیں

۳۵ رومال میں لیے سرِ سلطانِ کربلا — پہونچا قریبِ قریہ جو وہ دشمنِ خدا
بی بی بنی اسد سے جو تھی، اُس کے گھر گیا — رکھ کر سرِ حسینؑ، کمر کھولنے لگا

سارا مکان، نُور سے معمور ہو گیا
گھر میں فروغِ روشنیِ طور ہو گیا

۳۶ حیران ہو کے بولی وہ بی بی نکو سیر — رومال میں یہ لایا ہے، کیا چیز باندھ کر
ہے دُرِّ شب چراغ جو ایسا ہے جلوہ گر — جس کی ضیا سے ہو گیا، روشن تمام گھر

کیا سانحہ ہے جس سے مرا دل ملول ہے
اس نے کہا کہ، یہ سرِ سبطِ رسولؐ ہے

۳۷ کوفے میں وقتِ صبح میں لے جاؤں گا یہ سر — ابنِ زیاد سے، مجھے لینا ہے مال و زر
قتلِ حسینؑ کی تو ہوئی ہے، اُسے خبر — دیکھا نہیں مگر سرِ سلطانِ بحر و بر

جب اُس کو خوں بھرا ہُوا یہ سر دکھاؤں گا
اُس کے صلے میں، خلعت و انعام پاؤں گا

۳۸ چھاتی پہ ہاتھ مار کے بولی وہ خوش خصال — ہے ہے یہ اس کا سر ہے جو ہے فاطمہؑ کا لال
لُوٹا یہ کس نے خانۂ محبوبِ ذوالجلال — دُنیا کے آفتاب، پہ یوں آ گیا زوال

واحسرتا حسینؑ سے زینبؑ بچھڑ گئی
ہے ہے بتولِؑ پاک کی کھیتی اُجڑ گئی

۳۹ لاتے ہیں آدمی تو غنیمت سے سیم و زر — لایا ہے گھر میں تو پسرِ فاطمہؑ کا سر
او ظالم و لعیں و بد آئیں و بدگہر — سر کو حسینؑ کے لیے پھرتا ہے دَر بدر

پیشِ خدا جو روزِ قیامت کو جائے گا
بتلا مجھے رسولؐ کو کیا منہ دکھائے گا

۴۰ برباد دیں کیا طمعِ زر سے ہے غضب — تو کچھ ڈرا نہ روحِ پیمبرؐ سے، ہے غضب
لایا ہے سر حسینؑ کا لشکر سے، ہے غضب — لٹکائے تھا یہ بے ادبی مرے، ہے غضب

جنّ و ملک تو روتے ہیں، اور تجھ کو غم نہیں
ظالم یہ سر حسینؑ کا قرآں سے کم نہیں

۴۱ یہ کہہ کے سر کو پیٹتی دوڑی وہ سوگوار — چلّائی اے نبیؐ کے نواسے ترے نثار
اس مومنہ نے غیظ میں آ کر پھر ایک بار — مارا لعیں کو سنگ کہ سر ہو گیا فگار

پایا محل نہ گھر میں جو آرام و چین کا
سجا گا وہاں سے لے کے لعیں سر حسینؑ کا

۴۲ لٹکا کے دستِ نحس میں سبطِ نبی کا سر — بی بی جو خضرمیہ تھی، آیا وہ اُس کے گھر
تھی وہ بھی دل سے عاشقِ سلطانِ بحر و بر — ظالم ڈرا کہ اس سے بھی پہونچے نہ کچھ ضرر
ناری نے کچھ نہ فرق کیا نار و نور میں
رکھا سرِ حسینؑ چھپا کر، تنور میں

۴۳ کچھ زہر مار کر کے تو سویا وہ کینہ جُو — اور تھی نمازِ شب کی زنِ مومنہ کی خُو
جب بعد نصف شب کے اُٹھی وہ پے وضو — اک روشنی سی گھر میں نظر آئی چار سو
بُولی کہ تا بہ چرخ ہے نور اس مکان سے
اُترا ہے کیا زمیں پہ یہ چاند آسمان سے

۴۴ تھی رات لیکن اس کو ہُوا دن کا اشتباہ — بیساختہ کہا کہ نہ ہے قدرتِ اِلٰہ
کیا نور، کیا فروغ ہے، کیا روشنی ہے، واہ — رکھتا نہیں کبھی یہ ضیا، چودھویں کا ماہ
یہ نور طعنہ زن ہے، تجلّیِ طور پر
ہے بُرجِ آفتاب کا عالم تنور پر

۴۵ حیران ہو گئے دل سے یہ بولی وہ ذی شعور — اُٹھتی ہوں روز پر کبھی دیکھا نہیں یہ نور
روشن کبھی آج تو نہیں میں نے کیا تنور — کھُلتا نہیں یہ کچھ نہ کچھ اسرار ہے ضرور
پُرنور کیوں تنور سے سارا مکان ہے
کیسی یہ روشنی ہے کہ تا آسمان ہے

۴۶ تھی سوچ میں کہ دیکھتی کیا ہے وہ خوش سیر — اک ہودج آسمان سے اُترا زمین پر
ہیں اُس میں چار بیبیاں، لیکن برہنہ سر — اک بی بی بے قرار ہے، تھامے ہوئے جگر
آنسو رواں ہیں آنکھوں سے، اور لب پہ نالے ہیں
ہاتھوں سے تین بیبیاں اس کو سنبھالے ہیں

۴۷ چلاتی ہے کہ ہائے مرے نورِ عین ہائے — اے گلعذار فاتحِ بدر و حنین ہائے
مرنے کے بعد بھی نہ ملا تجھ کو چین ہائے — یہ تیرے سر پہ ظلم و ستم اے حسینؑ ہائے
واری میں پیٹتی ہوئی آئی ہوں دُور سے
صورت دکھاؤ ماں کو نکل کر تنور سے

۴۸ ہودج سے سر برہنہ جو اُتری وہ حق شناس — چہرہ تو آفتاب سا تھا، اور سیاہ لباس
بالوں پہ بن کی خاک پریشان و بے حواس — تھامے جگر جھکی ہوئی آئی تنور پاس
دیکھا اُٹھا جو گرد سے رُخ نورِ عین کا
گودی میں لے لیا سرِ انور حسینؑ کا

۴۹ ہونٹوں سے ہونٹ مل کے کیے اس طرح سے بین — اے میرے لال اے مرے بیکس مرے حسینؑ
آنکھوں پہ ماں تو رکھتی تھی، اے میرے نورِ عین — آیا تنور میں تمہیں، یاں کس طرح سے چین
فریاد ہے یہ اُمتِ احمدؐ نے کیا کیا
چھاتی پہ چڑھ کے تن سے ترا سر جُدا کیا

۵۰ واری تنور اور ترا سر، ہزار حیف — یہ خاک اور زلفِ معنبر، ہزار حیف
پانی سے خشک لب نہ ہوئے تر، ہزار حیف — سوکھے گلے پہ چل گیا خنجر، ہزار حیف
تم چھُٹ گئے بہن سے، بہن تم سے چھُٹ گئی
ہے ہے کمائی فاطمہؑ کی بن میں لُٹ گئی

۵۱ کیسے وطن سے چھُٹ کے چلے آئے ماں نثار — کیا دشمنوں کے ہاتھوں سے دکھ پائے، ماں نثار
فاقوں میں زخمِ تیغ و سناں کھائے، ماں نثار — شکوے کا حرف لب پہ نہ تم لائے ماں نثار
پیاری بہن اسیر ہے، بلوائے عام میں
دولت مری لُٹا گئے اُمت کے کام میں

۵۲ دیکھا پسر کے غم میں جو زہراؑ کو بے قرار — یوں تینوں بیبیوں نے یہ کی عرض، بار بار
للہ صبر کیجیے، ہم آپ پر نثار — تھرا رہا ہے عرش، ملائک ہیں اشکبار
آنکھوں کو شہ کے سر سے نہ مل مل کے روئیے
بس کربلا میں لاش پہ اب چل کے روئیے

۵۳ رکھ کر تنور میں سرِ سردارِ انس و جاں — ہودج پہ چڑھ کے واں سے سدھاریں وہ بیبیاں
آئی تنور پر، زنِ خولی، بصد فغاں — دل کانپتا تھا سینے میں، اور اشک تھے رواں
رقت کا تھا یہ جوش کہ تھرا کے گر پڑی
دیکھا جو سر تنور میں، غش کھا کے گر پڑی

تھی غش میں وہ، کہ ہاتفِ غیبی نے دی صدا ۵۴ اے زن، بس اپنے شوہرِ ملعوں کے گھر سے جا
تو دوست ہے علیؑ کی، یہ ہے دشمنِ خدا کافر سے کام مومنۂ پاک کو ہے کیا
تو نیک اعتقاد ہے، وہ بدسرشت ہے
دوزخ مکاں ہے اُس کا، ترا گھر بہشت ہے

اس نے کیا سوال یہ ہاتف سے ایک بار ۵۵ یہ کون بیبیاں تھیں جو روتی تھیں زار زار
آئی صدا کہ مریم و حوّا ہیں اشک بار اور تیسری خدیجۂ کبریٰ تھیں بے قرار
گھر میں ترے جو خلد سے تشریف لائی ہیں
یہ بیبیاں حسین کے پُرسے کو آئی ہیں

وہ بی بی جو کہ سب سے زیادہ تھیں دردناک ۵۶ سب خون سے بھرا ہُوا تھا جن کا روئے پاک
بکھرے ہوئے تھے بال گریباں تھا چاک چاک کپڑے سیاہ جسم پہ تھے، اور سر پہ خاک
رو رو کے چومتی تھیں جو منہ نورِ عین کا
وہ فاطمہؑ تھیں، اور یہ سر ہے حسینؑ کا

چونکی صدا یہ سن کے جو غش سے وہ خوش سیر ۵۷ تنور سے نکال لیا شاہِ دیں کا سر
چھڑکا گلاب، اور رکھا جا نماز پر ہے ہے حسینؑ کہہ کے وہ چلائی، تا سحر
ہنگامِ صبح غم کی چھری دل پہ چل گئی
جنگل میں پیٹتی ہوئی گھر سے نکل گئی

خاموش اے انیسؔ کہ دل آب آب ہے ۵۸ اس آتشِ الم سے کلیجا کباب ہے
یہ مرثیہ ہے یا غمِ شہ کی کتاب ہے رونے کی فصل، مجلسِ ماتم کا باب ہے
روئیں گے وہ جو عاشقِ نامِ حسینؑ ہیں
فقرے فقط ہیں درد کے اور غم کے بین ہیں